پہلی قسط

شیخ العلما علامہ غلام جیلانی: ایک ملاقات

شیخ العلماء حضرت علامہ الحاج غلام جیلانی علیہ الرحمہ سابق (شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف، یوپی) سے ان کی علمی ودینی خدمات اور رائج نصاب کے سلسلے میں **مولانا محمد عاصم اعظمی** (استاذ: مدرسہ شمس العلوم، گھوسی، مئو) نے حضرت موصوف کے انتقال پرملال سے چند ماہ قبل انٹرویو کیا تھا، جس کی اشاعت ماہ نامہ ''فیض الرسول'' براؤں کے شیخ العلماء نمبر (اپریل، مئی ۱۹۷۷ء) میں ہوئی تھی۔ رسالہ مذکور کے شکریے کے ساتھ یہ معلوماتی انٹرویو قارئین جام نور کی نذر ہے۔ (ادارہ)

اعظم گڑھ (یوپی) کا مردم خیز ضلع جس طرح ماضی میں علم وادب کا محور ومرکز رہا ہے جہاں عظیم شاعر، ادیب، فقیہ، محدث، مفسر، فلسفی، مورخ، غرض کہ جملہ علوم وفنون پر کامل دست گاہ رکھنے والے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں، موجودہ علمی زوال کے دور میں بھی اس خاک سے علم وفن اور فضل وکمال کے آفتاب وماہتاب طلوع ہو کر دنیائے علم وفضل کو روشنی بخش رہے ہیں، جس کی ترجمانی اقبال سہیل نے اپنے ایک مشہور شعر میں کی ہے:

اس خطۂ اعظم گڑھ پہ مگر فیضان تجلی ہے یکسر
جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے وہ نیر اعظم ہوتا ہے

اسی اعظم گڑھ کا ایک قدیم گہوارۂ علم وفن قصبہ گھوسی ہے، اس قصبہ کی قدامت کی طرح یہاں کی علمی تاریخ بھی قدیم ہے۔

زمانہ دراز سے آج تک کوئی ایسا دور نہیں گزرا جو اصحاب علم وفن سے خالی رہا ہو، انیسویں صدی عیسوی کے ربع آخر سے لے کر موجودہ صدی تک کا زمانہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔

قصبہ گھوسی کا ایک چھوٹا سا محلہ کریم الدین پور ہے جسے علمی دنیا میں اہم ترین حیثیت حاصل ہے، اس مختصری آبادی نے علما ومشائخ کی ایک ایسی جماعت ہمیشہ پیدا کی ہے جو ہندوپاک کے طول وعرض میں علوم اسلامیہ کی تدریس اور دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ میں مصروف ہے، انہی علما ومشائخ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے وقت کے جلیل القدر عظیم المرتبت عالم دین شیخ العلما حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی صاحب شیخ الحدیث (دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف، ضلع بستی) بھی ہیں، جنھوں نے اپنے پچاس سالہ دور تدریس میں ملک کی موقر اور عظیم درس گاہوں میں منصب درس پر فائز رہ کر علمائے کرام کی ایک عظیم جماعت پیدا کی جو ملک وبیرون ملک میں تشنگان علم کو سیراب کر رہی ہے۔

۴؍شوال المکرم ۱۳۹۶ھ کو ایک تقریب میں شرکت کے لیے مولانا نثار احمد صاحب، مولانا محب الحق صاحب قادری، مولانا علی احمد صاحب اعظمی، حافظ تشریف الاعظم صاحب اور راقم السطور حضرت موصوف کی خدمت میں پہنچے، راستے میں تذکرہ آیا کہ اکابر علما ومشائخ میں اکثر حضرات پر تعارفی مضامین یا خود ان سے انٹرویو اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں، مگر حضرت مولانا موصوف سے متعلق اب تک کوئی مضمون یا انٹرویو شائع نہ ہو سکا، اگر حضرت اجازت مرحمت فرمائیں تو کچھ سوالات پیش خدمت کر کے جواب حاصل کیا جائے اور انہیں مضمون کی شکل دے دی جائے۔ جس سے حضرت مولانا موصوف کا قلمی تعارف ارباب علم اور اردو خواں طبقہ تک پہنچ سکے اور حضرت کی علمی ودینی خدمات ملک کے سامنے آجائیں۔

طے شدہ پروگرام کے پیش نظر سلام ودست بوسی کے بعد احباب نے مل جل کر انٹرویو کے لیے سوالات کی ایک طویل فہرست تیار کی جسے حضرت مولانا موصوف کی خدمت میں پیش کر دیا گیا، ملاحظہ فرمانے کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا نقاہت اور کمزوری کے باعث فی الحال جواب تو نہیں دے سکتا، ہاں! جوابات تحریری شکل میں ان شاء اللہ ضرور دے سکتا ہوں، ہم نے بھی حضرت کی معذوری کو محسوس کیا، لیکن انٹرویو کے چند سوالات جو ضروری تھے اور ان کے بارے میں معلومات فراہم کرنی تھیں اس لیے ہم نے ان سوالوں کے جوابات دریافت کیے۔ حضرت مولانا موصوف نے مرض اور کمزوری کے باوجود سوالوں پر نظر ثانی کے بعد جواب عنایت فرمانے شروع کر دیے۔ ہمارا پہلا سوال حضرت کی ولادت اور

بچپن کے واقعات سے متعلق تھا جس کے جواب میں ارشاد ہوا:

میں محلہ کریم الدین پور گھوسی میں ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوا، بچپن کا زمانہ انتہائی غربت میں گزرا، اس لیے کہ میرے والد حضرت مولانا محمد صدیق صاحب علیہ الرحمہ کا انتقال میری ابتدائی عمر ہی میں ہو چکا تھا جب کہ میری عمر زیادہ سے زیادہ نو برس کی رہی ہوگی، میری اور میرے برادر عزیز مولانا غلام یزدانی صاحب مرحوم کی کفالت اور تعلیمی مصارف کا پورا پورا بوجھ میری نیک بخت ماں پر پڑا، جو اپنی جسمانی قوت کے مطابق گھریلو کام کر کے اپنا اور ہمارا پیٹ پالتی رہیں اور بلند حوصلہ مادر مہربان نے تنگ دستی کے باوجود ہماری تعلیم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور انہی کا کرم اور شفقت ہے کہ ہم اس منصب تک پہنچے- جب حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کا ذکر آیا تو ہم انٹرویو کے وہ سوالات جو مولانا محمد صدیق صاحب کے متعلق تھے یکے بعد دیگرے پیش خدمت کرتے رہے اور حضرت مولانا ان کے جوابات مرحمت فرماتے رہے-

چونکہ حضرت والد بزرگوار کا انتقال میری کمسنی ہی میں ہو چکا تھا اس لیے میں ان کے بارے میں ذاتی مشاہدات کی بنیاد پر زیادہ یادداشت پیش کرنے سے قاصر ہوں، ہاں سن شعور کو پہنچنے کے بعد اساتذہ اور دوسرے خاندانی بزرگوں سے جو حالات وواقعات مجھے معلوم ہوئے اسے عرض کیے دیتا ہوں:

والد بزرگوار حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مرحوم جون پور مدرسہ حنفیہ کے ممتاز اور ارشد تلامذہ میں تھے، استاذ العلما حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب رام پوری علیہ الرحمہ (استاذ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ جو اس وقت صدر مدرس تھے) جن کے تبحر علمی اور درس و تدریس کا شہرہ فقط دیار پورب ہی نہیں بلکہ ہند کے دور افتادہ علاقوں میں بھی تھا جن کی درس گاہ سے سیکڑوں علم وفضل کے ایسے آفتاب و ماہتاب طلوع ہوئے جن کی چمک دمک نے لاکھوں تاریک دلوں کو روشنی بخشی اور انہیں دولت علم سے بہرہ یاب کیا وہ حضرت والد گرامی کے ذوق وشوق علمی اور ذہانت وفطانت سے اس قدر متاثر تھے کہ انہوں نے اپنی تنخواہ سے پانچ روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر فرما دیا تھا اور والد بزرگوار کی سادگی وپاکیزگی نفس کی بنا پر خلوص کے نام سے یاد کرتے-

میرے والد بزرگوار جب مبارک پور بسلسلۂ تدریس پہنچے تو وہاں کے بیدار مغز اور زندہ دل مسلمانوں میں ذوق علم پیدا کیا اور انہیں بڑے مدرسہ کے قیام پر ابھارا جس کے نتیجہ میں ایک ادارہ کا قیام عمل میں آیا جو مولوی محمد عمر سبزی فروش کے ذاتی مکان میں کھولا گیا، جس کا نام ''دار العلوم مصباح العلوم'' رکھا گیا، والد گرامی نے عرصہ دراز تک اس ادارے میں اپنی علمی خدمات پیش کیں اور بہت سے تشنگانِ علم نے ان سے کسب فیض کیا- والد گرامی کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد مولانا عبد السلام صاحب صدر مدرس ہوئے، لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور وہ بھی انتقال کر گئے- مولانا عبد السلام صاحب کے انتقال کے بعد مدرسہ مقفل ہو گیا، صاحب مکان نے دیوبندیوں کو مکان فروخت کر دیا (حالانکہ اس مکان کو انہوں نے زبانی طور پر مدرسہ مصباح العلوم کے لیے وقف کر دیا تھا) اس طرح دار العلوم مصباح العلوم ایک چھوٹے سے مکتب کی شکل اختیار کر گیا جو لوگوں کے ذاتی مکان میں منتقل ہوتا رہا اور جس میں معمولی ابتدائی تعلیم ہوتی رہی- حضرت والد بزرگوار کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے- ان میں درج ذیل اشخاص کے نام یہ ہیں:

(۱) مولانا عبد السلام صاحب مرحوم (۲) مولانا محمد شریف صاحب مصطفیٰ آبادی (مصنف الافادات القدسیہ) قابل ذکر ہیں- (۳) مولانا محمد یحییٰ بلیاوی صاحب (۴) مولانا عبد الحی بلیاوی صاحب (علامہ ارشد القادری صاحب کے عزیز قریب) اور مولانا غلام غوث صاحب بلیاوی، مولانا عبد العظیم صاحب بنگلہ دیش، بھی آپ کے تلامذہ میں ہیں-

مولانا محمد شریف صاحب سے مجھے ملنے کا جب بھی اتفاق ہوتا وہ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور بڑی محبت کے ساتھ پیش آتے اور فرماتے آپ میرے استاذ زادے ہیں- آپ کے والد گرامی کے معاصرین میں حضرت مولانا نذیر احمد صاحب عرف نوشہ میاں علیہ الرحمہ، مولانا یوسف صاحب مرحوم، مولانا ہدایت اللہ صاحب مرحوم، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ، مولانا محمد عمر صاحب علیہ الرحمہ اور دیگر مشاہیر علمائے گھوسی تھے جن میں ہر ایک معاصر سے آپ کے تعلقات انتہائی خوش گوار رہے جو والد گرامی کی انتہائی شرافت طبع اور سنجیدگی مزاج کا ثبوت فراہم کرتے ہیں-

ہم نے اگلا سوال حضرت کی تحصیل علم اور فراغت سے متعلق کیا تو آپ نے بڑی تفصیل کے ساتھ جواب عطا فرمایا:

بسم اللہ حاجی ضیا الدین صاحب مرحوم نے کرائی اور انہی کے

پاس میں نے قرآن مجید ختم کیا اور کچھ اردو کی کتابیں بھی انہی سے پڑھیں- والد بزرگوار کے انتقال کے بعد میں مبارک پور پڑھنے گیا، جہاں مولانا عبد السلام صاحب تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مرحوم سے فارسی کی پہلی، آمد نامہ وغیرہ کتابیں پڑھیں، لیکن استاذ گرامی کے انتقال کے بعد میں گھوسی واپس آ گیا اور قصبہ کو پاگنج کے ایک مدرسہ میں داخلہ لے کر مولانا عبد الصمد صاحب سے میزان ونچ گنج تک تعلیم حاصل کی- کوپاگنج کے بعد میں نے گھر ہی میں مقیم رہ کر بیسواڑہ گھوسی کے رئیس عبد الحئی صاحب کے مکان پر قائم شدہ مدرسہ میں داخلہ لے لیا اور تقریباً دو سال وہیں تعلیم حاصل کی- حضرت مولانا محمد عمر صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان اور مولانا ظہیر صاحب سے نحو میر، شرح مأۃ عامل اور ہدایۃ النحو پڑھی، اس کے بعد میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ بریلی شریف گیا- غالباً شوال ۱۳۳۹ھ تھا جہاں دار العلوم منظر الاسلام میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ، مولانا حسنین رضا خاں صاحب، مولانا عبد العزیز صاحب بجنوری علیہ الرحمہ سے شرح جامی، تفسیر جلالین، شرح عقائد نسفی، رسالہ میر زاہد، میر زاہد ملا جلال، شرح ہدایت الحکمۃ، شرح وقایہ، ہدایہ اولین، اصول الشاشی، نور الانوار، حسامی، مشکوۃ شریف پڑھی اور جب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اجمیر شریف جامعہ معینیہ کی تدریسی خدمات کے لیے تشریف لے گئے تو میں بھی آپ کے ساتھ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں اجمیر شریف گیا- مولانا محمد یحییٰ صاحب مرحوم پسر حضرت صدر الشریعہ ہمراہ سفر تھے، اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اور مولانا عبد الحئی (افغانی) اور مولانا عبد اللہ (افغانی) صاحبان سے مختصر المعانی، میر زاہد، (دوبارہ) اور چند دوسری کتابوں کا درس لیا-

سالانہ امتحان میں میں نے اول درجہ سے کامیابی حاصل کی اور مدرسہ کی جانب سے مجھے کتابوں کا انعام بھی ملنے والا تھا، مگر میں دوسرے سال اجمیر شریف نہ جا سکا، بلکہ فرنگی محل لکھنؤ کے مدرسہ نظامیہ میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کرنے لگا- جہاں میں نے شرح عقائد، دیوان متنبی، حماسہ، سبعہ معلقہ، مدارک التنزیل، مسلم الثبوت، صدریٰ، حمد اللہ، حضرت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی سجادہ نشیں، حضرت مولانا عبد القادر فرنگی محلی مرحوم، حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب، مولانا صبغۃ اللہ صاحب اور مولانا قطب الدین صاحب سے پڑھیں-

فرنگی محل میں مسلم الثبوت تک تحریری امتحانات میں امتیازی نمبروں سے کامیابی پر حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی صاحب نے نو روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا- آئندہ سال دورۂ حدیث اور تکمیل کے لیے ۱۳۴۵ھ میں دار العلوم منظر الاسلام بریلی شریف میں داخل ہو گیا، جہاں شاہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب اور حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب مرحوم صدر مدرس سے بخاری شریف، مسلم شریف، ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد، بیضاوی شریف، توضیح وتلویح کا درس لیا اور ۱۳۴۵ھ میں ہی سند فراغت حاصل کی-

ہمارا اگلا سوال تھا آپ کے وہ اساتذۂ کرام جن کے فیض تعلیم و تربیت سے آپ متاثر ہوئے اور جن کا نقش آج بھی آپ کے لوح دل پر محفوظ ہے- حضرت شیخ العلما نے اس سوال پر قدرے تامل کیا اور ارشاد فرمایا میرے اساتذۂ کرام کی ایک طویل فہرست ہے، لیکن میں نے مختلف علوم وفنون میں جن کو زیادہ کامل پایا اور جن کے فیض علم سے میں نے اثر قبول کیا ان میں سر فہرست حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی بلند پایہ شخصیت ہے جو درس نظامی کے مروجہ جملہ علوم وفنون پر کامل دست گاہ رکھتے تھے- حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی معقولات اور فن تفسیر پر کافی عبور رکھتے تھے، مولانا صبغۃ اللہ صاحب ادب کے بے مثال استاد تھے- ان بزرگوں کے علاوہ حضرت حجۃ الاسلام اور مولانا رحم الٰہی و مولانا عبد الحئی افغانی معقولات میں خاص مہارت اور دستگاہ رکھتے تھے، انہی بزرگوں کے فیضان علم نے مجھے علم وفضل کی دولت گراں مایہ سے نواز کر کسی لائق بنا دیا-

تحصیل علم کے بعد حضرت شیخ العلما کی زندگی کا گراں قدر حصہ تدریسی خدمات کی انجام دہی اور نئی نسل کو زیور علم سے آراستہ کرنے میں گزرا ہے اور اس سلسلہ میں آپ نے مختلف مدارس میں اپنی خدمات پیش کی ہیں، لہٰذا ہم نے تدریسی لائف سے متعلق سوال پیش کیا-

حضرت نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے میرا تقرر ۱۳۴۶ھ میں دار العلوم منظر اسلام بمشاہرہ پانچ روپیہ ہوا، لیکن صرف پانچ مہینہ قیام کے بعد میں مدرسہ محمدیہ امروہہ ضلع مراد آباد بمشاہرہ تیس روپیہ ماہوار بحیثیت نائب مدرس مقرر ہوا اور تقریباً سات برس تعلیمی خدمات انجام دینے کے بعد اسی تنخواہ پر مدرسہ محمدیہ ویلور (مدراس) چلا گیا جہاں مجھے مولوی فاضل کی کلاسوں پر عربی ادب کا معلم مقرر کیا گیا، لیکن نامساعد

آب وہوا اور خرابی صحت کے باعث ایک سال رہ کر پھر امروہہ آ گیا وہاں سے ایک سال بعد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے حکم سے مدرسہ احسن العلوم کان پور چلا گیا، جہاں چھ سال تک تدریسی وتبلیغی خدمات انجام دیتا رہا-۱۳۶۱ھ میں مجھے مدرسہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ احسن العلما حضرت مولانا حسن میاں صاحب قبلہ سجادہ نشیں کی تعلیم کے لیے بلا گیا جہاں ایک سال قیام رہا-حضور مفتی اعظم ہند نے ۱۳۶۲ھ میں جامعہ نوریہ مظہر اسلام بریلی شریف بلالیا، وہاں سے پھر ۱۳۶۶ھ میں دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں میرا تقرر ہوا، جہاں میں نے تقریباً سات برس تدریسی خدمات انجام دی-۱۳۷۳ھ میں میرا تقرر جامعہ عربیہ ناگ پور ہوا، مگر وہاں کی آب وہوا راس نہ آئی-حضور مفتی اعظم کے حسب حکم دوبارہ دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے حاضر ہوا اور تقریباً پانچ سال تک جامعہ رضویہ کی تدریسی خدمات انجام دیتا رہا، پھر شعیب الاولیا حضرت خواجہ صوفی شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کے ادارہ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف سے میری طلبی کے مراسلات جانے لگے حتی کہ وہاں کے مدرس مولوی محمد یونس صاحب نعیمی اشرفی مجھے لینے کے لیے بریلی شریف پہنچے اور مجھے براؤں شریف ساتھ میں لائے-۱۳۷۹ھ میں بحیثیت شیخ الحدیث میرا تقرر دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف میں بمشاہرہ ۱۲۵/روپیہ اور اب ۳۰۵ روپیہ ماہوار مجھے ملتے ہیں-تاہنوز تدریسی خدمات انجام دے رہا ہوں، یہاں کے روحانی ماحول میں انتہائی سکون اور قلبی استراحت محسوس کرتا ہوں-حضرت شعیب الاولیا کی بیکراں شفقت میرے قلب کی گہرائیوں میں جاگزیں ہوگئی ہے، ان کے وصال کے بعد ان کی ابدی آرام گاہ کا قرب میرے لیے سکون جان ہے، خدا نے چاہا تو زندگی کے آخری ایام بھی اسی مقدس سرزمین سے وابستہ رہ کر دار فانی کو خیرباد کہوں گا-

حضرت شیخ العلما نے تحصیل علم سے پہلے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہی تدریسی زندگی اختیار کر لی تھی اور تاہنوز ملک کے مختلف اداروں میں تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دیتے رہے ہیں، اس لیے فطرتاً یہ سوال اٹھتا ہے کہ حضرت کے فیض تعلیم وتربیت سے آراستہ ہونے والے اور علوم اسلامیہ کی دولت سے مالا مال ہونے والے مشاہیر علما و تلامذہ کون کون سے ہیں؟ چنانچہ ہم نے اگلا سوال تلامذہ کے بارے ہی میں کیا جس کے جواب میں ارشاد ہوا:

ملک کے مختلف گوشوں میں میرے تلامذہ کی معتد بہ تعداد موجود ہے، جن کی تفصیلی فہرست بہرحال اختصار کی متقاضی ہے تاہم کچھ لوگوں کے نام یہ ہیں:

(۱) مولانا غلام یزدانی سابق شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام، بریلی (۲) مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی، شیخ الحدیث منظر حق ٹانڈہ (۳) مولانا حافظ عبد الرؤف بلیاوی سابق نائب شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارک پور (۴) مولانا سید احمد سعید کاظمی (۵) مولانا صوفی غلام آسی پیا (۶) مولانا قاری محمد عثمان اعظمی مبلغ اعظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (۷) مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری سجادہ نشیں آستانہ امجدیہ واستاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (۸) مولانا ریحان رضا خاں ایم ایل سی، بریلی شریف (۹) مولانا قاری رضاء المصطفیٰ دار العلوم امجدیہ کراچی (۱۰) مولانا سید محمد مدنی میاں سجادہ نشیں آستانہ محدث اعظم ہند (۱۱) مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن آستانہ مارہرہ شریف (۱۲) مولانا تحسین رضا خاں نائب شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف (۱۳) مولانا سبطین رضا بریلی شریف (۱۴) مولانا مجیب الاسلام نسیم قادری (۱۵) مولانا قمر الدین اشرفی ،صدر مدرس شمس العلوم گھوسی (۱۶) مولانا محمد میاں کامل سہسرامی (۱۷) مولانا بدر الدین صدر مدرس مدرسہ غوثیہ بڑھیا (۱۸) مولانا محمد احمد مشاہدی (۱۹) مولانا عبد اللہ خان استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (۲۰) مولانا صوفی نظام الدین استاذ مدرسہ تنویر الاسلام امرڈوبھا (۲۱) مولانا اعجاز احمد خاں صدر مدرس مدرسہ تدریس الاسلام بسڈیلہ (۲۲) مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی شیخ الحدیث مدرسہ نظامیہ بھاگل پور (۲۳) مولانا مجیب اشرف بانی ومہتمم دار العلوم امجدیہ ناگ پور (۲۴) مولانا سید کمیل اشرف (۲۵) مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی (۲۶) مولانا قدرت اللہ استاذ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف (۲۷) مولانا نعیم الدین صدیقی شیخ الحدیث دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا بستی (۲۸) مولانا محمد اسلم مظفر پوری (۲۹) مولانا غلام عبد القادر علوی صاحبزادہ حضرت شعیب الاولیا علیہ الرحمہ (۳۰) مولانا محمد رمضان (۳۱) مولانا محمد سالم صدر مدرس مدرسہ امجدیہ (۳۲) مولانا محمد عمر مبارک پوری (۳۳) مولانا سبحان اللہ

(۳۴) مولانا شمس الدین اعظمی (۳۵) مولانا ابوطلحہ مبارک پور (۳۶) مولانا سخاوت علی (۳۷) مولانا شفیع احمد اوروی مرحوم (۳۸) مولانا خلیل احمد (۳۹) مولانا کمال احمد بستوی (۴۰) مولانا کاظم علی (۴۱) مولانا غلام ربانی مہتمم دارالعلوم غوثیہ ہبلی (۴۲) مولانا تجمل ہدیٰ نائب شیخ الحدیث منظر حق ٹانڈہ (۴۳) مولانا محمد سید احمد انجم استاذ دارالعلوم فیض الرسول (۴۴) مولانا سید منظور احمد (۴۵) مولانا نثار احمد استاذ دارالعلوم امجدیہ ناگ پور (۴۶) مولانا انوار احمد استاذ مدرسہ خیریہ فیض عام گھوسی (۴۷) مولانا حفیظ اللہ استاذ مدرسہ احسن المدارس کان پور (۴۸) مولانا سمیع اللہ (۴۹) مولانا شفیق احمد (۵۰) مولانا ثناء المصطفیٰ صاحبزادہ حضرت صدر الشریعہ (۵۱) مولانا سید ذوالفقار (مکن پوری) (۵۲) مولانا سید اظہار اشرف (۵۳) مولانا اختر حسن (۵۴) حکیم غلام مصطفیٰ صاحب (۵۵) مولانا مقبول احمد۔

تلامذہ کی فہرست میں اختصار کرتا ہوں ورنہ میرے شاگردوں کی تعداد لگ بھگ ایک ہزار ہوگی۔

ملک کے اندر روز بروز دینی اداروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، چھوٹے چھوٹے مکاتب بڑے بڑے اداروں میں تبدیل ہورہے ہیں اور ہر ہر گاؤں میں مکتب اور مدرسے قائم ہیں، لیکن اداروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے باوجود علما گھٹ رہے ہیں اور استعداد و صلاحیت علمی کے اعتبار سے ہر آنے والی جماعت اپنی ماسبق جماعت سے کمزور ہوتی ہے۔ہم نے اپنے ایک سوال میں تعلیمی سدھار اور ساتھ ہی ساتھ جدید علوم کو نصاب تعلیم میں شامل کرنے کے سلسلہ میں بھی رائے معلوم کرنی چاہی، حضرت نے تعلیمی سدھار سے متعلق ارشاد فرمایا:

تعلیمی ماحول کا سدھار انفرادی حیثیت سے ممکن نہیں بلکہ اس سلسلہ میں موثر طریقہ کار اپنانا ناگزیر ہے۔ملک گیر یا کم از کم صوبائی پیمانہ پر علما اور نظما سے مدارس کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے جس کے طے شدہ ضوابط اور نصاب تعلیم سارے اداروں میں رائج کیے جائیں۔ میں سوالات کے تقاضوں کے پیش نظر جدید علوم بالخصوص ہندی اور انگریزی کو نصاب تعلیم میں شامل کرنے کا حامی ہوں جس سے ہم موجودہ ماحول کی رفتار سے تاریکی میں نہ رہ کر حالات کا مقابلہ کرسکیں بلکہ مخالفین اسلام کے نظریات اور انداز استدلال کو سمجھ کر اور انہیں کی زبانوں میں جدید مشاہدات کی روشنی میں جواب دے سکیں۔(جاری ہے) □□□

بقیہ: پیائش (تبصرہ)

مترجم کا یہ اقتباس صاحب کتاب کا بھرپور اعتراف ہے۔اور اس بات کا بھی پتہ دیتا ہے کہ مترجم نے اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے ۔گرچہ اس اقتباس کے مطالعہ کے وقت قاری کی نگاہ لفظ پیرنا پر ذرا دیر کے لیے ضرور ٹھہرے گی۔اس لیے میں قبل از وقت یہ بتادوں کہ یہ لفظ بہرحال ڈکشنری میں موجود ہے۔

انبیاے کرام کے علاوہ ائمہ سادات حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے حضرت امام مہدی اور صاحب کتاب سے پہلے کے تمام اہم بزرگوں کے حالات اس کتاب میں لکھے گئے ہیں۔کتاب میں ۲۲ رنگین صفحات بھی ہیں جن میں مشاہیر انبیاے کرام اور بزگان دین کے روضوں اور قبروں کی تصاویر ہیں اور انبیاے کرام کی آرام گاہیں جن ممالک میں ہیں ان کا جغرافیہ بھی ہے۔جب کہ کتاب کے آغاز میں تقریظ، تقریب، تکریم اور تحریک کے عنوان سے الگ الگ بالترتیب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب، مفتی سید شاہد علی رضوی صاحب، پروفیسر سید جمال الدین اسلم صاحب اور مولانا سید جمال احمد صاحب کی مختصر تحریریں شامل ہیں۔ترجمہ میں کہیں کوئی کھانچہ نہیں ہے۔ حوالات و دلائل اور ضرورت کے مطابق حاشیے بھی درج ہیں۔

کتاب میں مترجم ''ساحل سہرامی۔ایک تعارف'' کے نام سے چھ صفحات لیے گئے ہیں۔کتاب کے آخر میں ساحل سہرامی کی دیگر کتابوں کا تعارف بھی ہے۔مگر پوری کتاب میں مستقل سرخی کے تحت کہیں بھی صاحب کتاب کی حیات وخدمات درج نہیں کی گئی ہیں۔گرچہ مصنف کا تذکرہ مقدمہ میں جابجا بکھرا پڑا ہے۔اتنی ضخیم کتاب میں مصنف کے تعارف کے لیے سرخی قائم کی جانی چاہیے تاکہ قارئین کو مصنف سے شناسائی میں آسانی ہو۔اخیر میں مولانا سید جمال احمد صاحب (مدرسہ فیضان مصطفیٰ، زہرہ باغ، نئی آبادی، علی گڑھ) علمی حلقوں کی جانب سے شکریے کے مستحق ہیں، جن کی تحریک اور تعاون پر یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوکر سامنے آسکی۔موصوف نے اگر منبع الانساب کے مخطوطہ کو حاصل کرنے اور پھر ساحل سہرامی صاحب کو اس کے ترجمے و ترتیب کی طرف توجہ نہ دلائی ہوتی تو یہ کام آسان نہ ہوتا۔

□□□

دوسری اور آخری قسط

شیخ العلما علامہ غلام جیلانی: ایک ملاقات

شیخ العلماء حضرت علامہ الحاج غلام جیلانی علیہ الرحمہ سابق (شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف، یوپی) سے ان کی علمی و دینی خدمات اور رائج نصاب کے سلسلے میں **مولانا محمد عاصم اعظمی** (استاذ: مدرسہ شمس العلوم، گھوسی، مئو) نے حضرت موصوف کے انتقال پر ملال سے چند ماہ قبل انٹرویو کیا تھا، جس کی اشاعت ماہ نامہ ''فیض الرسول'' براؤں کے شیخ العلماء نمبر (اپریل، مئی ۱۹۷۷ء) میں ہوئی تھی۔ رسالہ مذکور کے شکریے کے ساتھ یہ معلوماتی انٹرویو قارئین جام نور کی نذر ہے۔ (ادارہ)

ہمارا اگلا سوال تھا حضور آپ ادب سے خصوصی دل چسپی رکھتے ہیں، کیا آپ شاعری بھی فرماتے ہیں، آپ اردو شاعری میں کس کی شاعری سے زیادہ متاثر ہیں؟ ارشاد ہوا:

میں نے کبھی کبھار حسب موقع عربی زبان میں اشعار لکھے ہیں، ویلور (مدراس) میں حضرت عبد اللطیف صاحب ویلوری علیہ الرحمہ کی شان میں ایک قصیدہ عربی میں لکھ کر میں نے پیش کیا تھا، جسے دیکھ کر حضرت سجادہ نشیں صاحب قصیدے کی روانی و سلاست اور محاسن شعری سے بے حد متاثر ہوئے تھے اور مجھے انعام میں ایک گھڑی عطا فرمائی تھی۔ پورا قصیدہ ویلور میں موجود ہے۔ وطن مالوف کے قدیم دینی ادارہ کی تعلیمی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر میں نے چند اشعار لکھے تھے، یہ اشعار دار العلوم شمس العلوم گھوسی کے سالانہ اجلاس میں حضرت محدث اعظم صاحب علیہ الرحمہ نے پڑھوائے تھے اور بے حد مسرور ہوئے تھے۔

یا مرجع الانام و یا صاحب الھمم
صلیٰ علیک رب ذو الجلال والکرم
یا من اذا دعوت الیٰ دین ربنا
دانت لک العرب و لانت لک العجم
فی لیلۃ الفراق لقد اظلم الفضا
نور بنور وجھک یا کاشف الظلم
شمس العلوم قد طلعت فی دیارنا
فارزق بھا الھدایۃ والرشد والحکم
انعم علی من اقتبسوا نور علمکا
واسئلک بھم سبیلک یاھادی الامم

مارہرہ مطہرہ میں حضرت صوفی سید مہدی میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا انتقال ۱۳۶۱ھ میں ہوا۔ آپ سلسلہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین تھے اور حضرت شاہ ابو الحسن نوری علیہ الرحمہ کے خلیفہ و مجاز تھے، ان کے انتقال پر ملال کی تاریخ مغفور لہ، نکلی اس کو مندرجہ ذیل دو شعروں میں میں نے منظوم کیا:

ہے وصال حضرت مہدی کا چرچا سو بسو
آنکھ برساتی ہے اشکوں کی جگہ گویا لہو!
جب کہ تاریخ وصال پاک کی تھی جستجو
قال قلبی اکتب التاریخ مغفور لہٗ
۱۳۶۱ھ

سید العلما حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب علیہ الرحمہ سابق صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما ممبئی، براؤں شریف کے سلسلہ دستار بندی میں تشریف لائے تھے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ آپ کے اشعار حضرت مہدی علیہ الرحمہ کے مزار پاک پر آویزاں ہیں اور ہماری بیاض میں محفوظ ہیں۔

براؤں شریف آنے کے بعد یہاں کی نماز پنج گانہ کی امامت میرے سپرد ہوگئی، اس وجہ سے حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ بعض مواقع پر مجھ سے فرماتے نماز کے بعد فلاں مقصد کے لیے دعا کیجیے گا، اسی سلسلہ میں حضرت نے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ ''مولوی بدر الدین صاحب اور مولوی نعیمی صاحب علیل ہیں اور جمن صاحبہ (حضرت کی اہلیہ ان کو تمام مدرسین اور خلیفہ صاحب اماں جی کہا کرتے تھے) بھی علیل ہیں ان سب کی صحت کے لیے بعد نماز دعا کیجیے گا۔'' بحمدہ تعالیٰ وہیں بیٹھے بیٹھے دو شعر ذہن میں آگئے حضرت کو سنا کر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو بعد نماز انہی اشعار کے ساتھ دعا کروں، حضرت اشعار سن

کر بہت مسرور ہوئے اور اجازت دے دی، وہ اشعار یہ ہیں:

شفاء ک رب ذا الفضل العظیم
لبدر الدین والشیخ النعیم
وعاف امتنا ام الخلیفہ
عن الامراض بالطف العمیم

میں نے اردو شاعری کے ذخائر میں صرف نعتیہ شاعری کا مطالعہ کیا اور اس سلسلہ میں کلام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے بے حد متاثر ہوں۔ اعلیٰ حضرت کی شاعری قلب کے حقیقی جذبات کی ترجمان ہے اور شعر کا ایک ایک لفظ عشق وعرفان میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ نعت پاک کے پڑھنے یا سننے سے قلب متاثر ہوتا ہے اور روح عشق محمدی کا سرور پاتی ہے، معنی ومفہوم کے لحاظ سے اعلیٰ حضرت کے اشعار گراں قدر علمی معلومات فراہم کرتے ہیں اور جتنا زیادہ علم وفضل جس کے نصیب میں ہے وہ اتنا ہی زیادہ کلام اعلیٰ حضرت کی گہرائیوں تک پہنچ کر اشعار کے برکات ومعارف کی تہ تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ مولانا حسن رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری سے بھی متاثر ہوں اور اسے پسند کرتا ہوں۔

حضرت شیخ العلمانے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے درج ذیل شعر کی تشریح نہایت بلیغ انداز میں فرمائی:

سب چمکنے والے اجلوں میں چمکا کیے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

اگلے انبیائے کرام کی بعثت کا سلسلہ اس طرح جاری رہا کہ پہلے نبی دنیا سے رخصت ہوتے تو بعد والے نبی تھوڑے وقفہ کے بعد تشریف لے آتے پہلے نبی کے نور ہدایت کا اجالا اور اس کی روشنی باقی رہتی اور لوگوں کے شیشہ ہائے دل قدرے صاف وشفاف رہتے کہ دوسرے نبی کی بعثت ہوجاتی اس طرح آنے والے نبی کو تبلیغ دین میں آسانی ہوتی مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد چھ سو سال کے وقفہ پر تشریف لائے اس وقت گمراہی پورے طور پر مسلط ہو چکی تھی حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام) کی تعلیمات کو لوگ بھول چکے تھے (الا ماشاء اللہ) شرک و بت پرستی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی لوگوں کے قلوب کے شیشے تاریک اور اندھے ہو چکے تھے ایسے لوگوں کو راہ راست پر لانا بہت مشکل کام ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اس شعر میں انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والسلام کی ہدایت کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے ہدایۃ کاملہ کی فضیلت بیان فرمارہے ہیں کہ گزشتہ انبیائے کرام نے ایسے وقت میں تبلیغ وہدایت شروع کی کہ اکثر لوگوں کے قلوب قبول ہدایت کی صلاحیت رکھتے تھے، ان سے پہلے نبی کے انوار کی شعائیں ابھی باقی تھیں کہ ان کی بعثت ہوگئی اس لیے دین برحق کی تبلیغ ان کے لیے آسان تھی مگر ہمارے نبی ﷺ ایسے وقت میں مبعوث ہوئے کہ آپ سے پہلے نبی کے انوار ہدایت منعدم ہو چکے تھے لوگوں کے قلوب تاریک اور سخت ہو چکے تھے ایسے لوگوں کی ہدایت کرنا مشکل ترین کام تھا مگر رسول اللہ ﷺ کا یہ کمال تھا کہ ایسے لوگوں کو بھی راہ راست پر لائے اور ان کے قلوب کو نور اسلام سے منور فرمایا۔

بعض معاندین فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے اس شعر پر اعتراض کرتے ہیں:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

ہم نے موقع غنیمت سمجھا اور اس شعر کی تشریح وتوضیح چاہی حضرت شیخ العلمانے ارشاد فرمایا:

اعتراض یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ دونوں مالک ہوئے تو ایک مملوک میں دو مالکوں کا اشتراک ہوا یہ شرک ہے۔

جواب سے پہلے چند ضروری مقدمات سن لیجیے (۱) ایک ملکیت حقیقۃً وبالذات ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہر ممکن کا خالق ہے وہی مالک کل ہے اللہ ما فی السموات ومافی الارض ایسی ملکیت صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

(۲) دوسری ملکیت مجازی ہوتی ہے مثلاً وہ ملکیت جو بیع وشراء ہبہ یا میراث کے ذریعہ ہو۔ یہاں مالک اور مملوک دونوں حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں یہ ملکیت صرف ممکن ہی کے لیے ہوتی ہے ایسی ملکیت اللہ تعالیٰ کے لیے ہرگز نہیں ہوسکتی ہے۔

(۳) اسی طرح ایک ملکیت مجازی بربنائے محبت بھی ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ اللہ کے دربار میں محبوب ترین ہستی ہیں۔

(الف) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

(ب) انا اعطینک الکوثر (بعض مفسرین نے یہاں کوثر بروزن فوعل، بمعنی خیر کثیر مراد لیا ہے۔ جس میں ہر نعمت حاصل ہے

(ج) لولاک لما خلقت ارضا و لاسماءً

ان کے علاوہ اور بھی نصوص ہیں جو آپ کے افضل ترین محبوب ہونے پر دال ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ جب کسی کو کسی کے ساتھ محبت خالص ہوتی ہے تو محب اپنے مملوک اشیا میں محبوب کے ساتھ تفریق کا برتاؤ نہیں کرتا۔ محبوب یہ نہیں کہتا کہ فلاں فلاں چیزیں میری ہیں اور فلاں فلاں اشیا تمہاری، یہاں میرا و تیرا کا معاملہ نہیں ہوتا، محب صادق اپنے مملوک پر محبوب کے تصرف کو پسند کرتا ہے یہ بھی مجازی ملکیت کی ایک قسم ہے۔

(۳) اب مذکورہ بالا شعر کے مطلب کی طرف توجہ کیجیے

(الف) میں تو مالک ہی کہوں گا رسول اللہ ﷺ مالک ہیں لہذا میں حضور کو مالک ہی کہوں گا۔ یہ دعویٰ ہے

(ب) ''کہ ہو مالک کے حبیب،، اس میں لفظ 'کہ' تعلیل کے لیے ہے، مذکورہ دعوی کی علت کو بتاتا ہے، ''ہو مالک کے حبیب'' یہ مذکورہ بالا دعویٰ کی دلیل مجمل ہے۔

(ج) ''یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا'' یہاں 'یعنی' کا کلمہ بمنزلہ حرف تفسیر ہے ''محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا'' یہ مذکورہ بالا دلیل مجمل کی توضیح ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مالک ہیں لہذا میں آپ کو مالک کہوں گا۔ آپ کے مالک ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو مالک حقیقی ہے وہ آپ کا محب صادق ہے آپ اس کے محبوب کامل ہیں محب صادق کی مملوک اشیا گویا محبوب کی مملوک ہیں، کیوں کہ محب اور محبوب کے درمیان میرا مملوک اور تیرا مملوک کا برتاؤ نہیں ہوتا، اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی مالکیت حقیقیہ کو تسلیم کیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مالکیت مجازیہ کو ثابت کیا گیا ہے یہ شرک نہیں۔

پھر یہ بھی سوچیے کہ اس شعر پر اعتراض کرنے والوں نے بھی کبھی کہا ہوگا کہ فلاں مکان فلاں کتاب یا فلاں قلم کا مالک میں ہوں اس کے ساتھ وہ بھی تسلیم کرتے ہوں کہ ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے للہ مافی السموات و ما فی الارض (ملکا خلقا و عبیدا) پھر جب ان معترض صاحب نے اللہ تعالیٰ کی مملوک شے پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا تو یہ شرک کیوں نہیں ہوا؟ وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت حقیقۃ و بالذات ہے، اور ان کی ملکیت مجازی ہے، تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے کلام میں حقیقت و مجاز کی تاویل کیوں نہیں کرتے؟ حالاں کہ اعلیٰ حضرت کے کلام میں ملکیت مجازی کی توضیح بھی ہے۔

حضرت شیخ العلما نے حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔ ہم نے حرمین شریفین کے ان واقعات اور حالات کے بارے میں پوچھا جو آپ پر اثر انداز ہوئے حضرت نے ارشاد فرمایا:

سفر حج میں مجھ پر دو قسم کے اثرات مرتب ہوئے خوش کن اثرات، اور اذیت رساں اثرات، خوش کن اثرات کے اسباب کی مختصرا چند مثالیں یہ ہیں (الف) جدہ میں حاجیوں کے لیے آرام دہ مسافر خانہ بنا ہوا ہے، اس سبب سے حاجیوں کو اقامت کرنے میں کافی سہولت ملتی ہے، (ب) جدہ سے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ تک وسیع سڑک بن گئی ہے اس وجہ سے حجاج بذریعہ بس بہ آسانی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں (ج) صفا اور مروہ کے مابین مسافت مسقف ہوگئی ہے خواہ شدید دھوپ رہے، بارش ہوتی ہو حاجیوں کے لیے اس میں طواف کی زحمت نہیں پیش آتی (د) جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے مزارات مقدسہ کی حاضری اور صاحب مزار کی طرف رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر ایصال ثواب کرنے پر حکومت سعودیہ کی طرف سے اب کوئی ممانعت نہیں ہے، شاہ فیصل سے پہلے صاحب مزار کی طرف رخ کر کے کچھ پڑھنا اور ادھر رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر ایصال ثواب کرنا جرم قرار دیا گیا تھا، جیسا کہ مولوی احمد یار خان صاحب پاکستان نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے۔ (ر) حرمین طیبین میں خاص کر مسجد حرام میں اور مسجد نبوی ﷺ میں صفائی کا انتظام بہت بہتر ہے۔ اب اذیت رساں اثرات کے اسباب مختصرا سن لیجیے:

(الف) جدہ کے مسافر خانہ میں حجاج کے لیے بیت الخلا بنا ہوا اور مکہ معظمہ میں مسجد الحرام کے قریب ایک بیت الخلا عام لوگوں کے لیے ہے، بعض لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ ابو جہل کا مکان تھا، ان دونوں بیت الخلا میں قدمچے اس طرح بنائے گئے ہیں کہ ان پر بیٹھنے والے کا رخ یا تو خانہ کعبہ کی طرف ہوگا یا اس کی پشت ہوگی یہ امر نہایت تکلیف دہ ثابت ہوا۔

(ب) مسجد الحرام میں مطاف کعبہ کے کنارے متعدد عرب فوٹو گرافر کیمرہ لیے کھڑے ہیں اور حاجیوں سے فوٹو کھنچوانے کی فرمائش کرتے ہیں، بعد رضامندی ان کا فوٹو کھینچ کر ان کے حوالے کرتے ہیں اور اجرت میں ان سے طے شدہ ریال وصول کرتے ہیں۔ اس طرح یہ

لوگ سیکڑوں ریال روزانہ کماتے ہیں- حکومت سعودیہ کی طرف سے ان لوگوں کو وہاں تصویر کشی کی عام اجازت ہے، بعض نادان حاجی گمراہ ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک حاجی صاحب سے میں نے نہایت نرمی سے کہا کہ آپ نے اپنا فوٹو کھینچوا کر معصیت کا ارتکاب کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم بھی سمجھتے تھے کہ جاندار کی تصویر کھینچنا اور کھینچوانا حرام ہے مگر یہاں آنے کے بعد خیال بدل گیا، اس لیے حکومت سعودیہ کا شمار اسلامی حکومت میں ہوتا ہے، اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو یہ سرزمین حرم پر وہ بھی مسجد الحرام میں ہرگز نہ ہونے پاتے، ضرور یہاں کے علمائے اسلام کا فتویٰ اس کے جواز پر ہوگا اسی وجہ سے حکومت سعودیہ نے اس کی اجازت دی ہوگی"-

یہ منظر دیکھ کر اور ناواقف حاجی کی یہ بات سن کر مجھے بہت افسوس ہوا-

حضرت شیخ العلما نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ مصر و پاکستان و بنگلہ دیش کے متعدد علما سے ملنے کا اتفاق ہوا- ایک ڈائری پر ان حضرات کے اسما اور خلاصہ گفتگو بھی میں نے نوٹ کر لی تھی، مگر افسوس کہ وہ ڈائری ضائع ہو گئی ان کے اسما بھی یاد نہیں رہے- صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مخدومی حضرت عبد المصطفیٰ ازہری بھی حج کے لیے آئے تھے ان سے بھی شرف ملاقات حاصل ہوا، آپ لوگوں کی جدائی ان کو تڑپاتی ہے- اہل وطن احباب کے لیے دعائے خیر کرتے تھے-

جب حرمین شریفین میں علما و مشائخ سے ملاقات کی بات آئی تو مناسب معلوم ہوا کہ خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ شاہ ضیاء الدین قبلہ قادری مدنی سے ملاقات اور ان کی گراں مایہ شخصیت کے بارے میں بھی سوال پوچھ لیا جائے- چنانچہ ہم نے حضرت کی ملاقات اور ان کی بلند پایہ شخصیت سے جو اثرات شیخ العلما کے قلب پر پڑے ان سے متعلق سوال پیش خدمت کیا حضرت شیخ العلما نے ارشاد فرمایا:

حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قبلہ مدنی قادری مدظلہ کی ملاقات سے میں بے حد متاثر ہوا- جب میں حاضر بارگاہ ہوا تو اس وقت آپ ضعف و نقاہت کے باعث لیٹے ہوئے تھے- میرا نام معلوم کیا تو انہوں نے مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی کو سمجھا، اٹھ کر بیٹھ گئے، سلام و مصافحہ کے بعد جب انہیں معلوم ہوا کہ میں براؤں شریف سے حاضر ہوا ہوں تو دوبارہ مصافحہ کیا- سب سے پہلے حضرت مفتی اعظم صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ، حضرت صوفی ساجد علی خان صاحب، مولانا ریحان میاں صاحب، مولانا اختر رضا خاں صاحب اور استاذی حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب کی خیر و عافیت دریافت کی، پھر دار العلوم منظر اسلام اور دار العلوم مظہر اسلام کے حالات معلوم کیے، دوران گفتگو انہیں معلوم ہوا کہ میں نے دار العلوم منظر اسلام بریلی سے فراغت حاصل کی ہے اور دار العلوم مظہر اسلام میں تدریسی خدمات بھی انجام دے چکا ہوں تو حضرت نے کمال محبت سے سہ بارہ مصافحہ کیا- اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ہر نسبت رکھنے والے کے ساتھ ان کو کامل حسن عقیدت ہے- اس سے میں کافی متاثر ہوں- شعیب الاولیا حضرت شاہ صوفی محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے محاسن بیان فرمانے لگے اور مولوی بدر الدین سلمہ کی خیریت دریافت فرمائی، دار العلوم فیض الرسول کے حالات دریافت کیے، میں نے ان کی خیریت اور دار العلوم کے حالات بتانے کے بعد دریافت کیا کہ مولوی بدر الدین سلمہ اور دار العلوم فیض الرسول کا علم آپ کو کیسے ہوا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ آپ کے دار العلوم فیض الرسول کی روئیداد مولوی بدر الدین صاحب نے بعض حجاج کی معرفت میرے پاس بھیجی، میں نے اس کا بغور مطالعہ کیا ہے، اس میں وہاں کے مدرسین کی فہرست درج ہے، آپ کے وہاں سے ماہنامہ فیض الرسول کے کئی پرچے بذریعہ ڈاک مجھے ملے ہیں اور آپ کے مضامین بھی اس میں شائع ہوئے، میں نے ان کا مطالعہ کیا، مولوی بدر الدین صاحب کی تصنیف کردہ کتاب سوانح اعلیٰ حضرت بھی میرے پاس پہنچ چکی ہے، ان ذرائع سے میں نے آپ لوگوں کو جانا-

حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب نہایت متصلب سنی ہیں وہاں حاضر ہونے کے بعد ان کے تصلب فی الدین کا مشاہدہ ہوا دنیا کی کوئی مصلحت اس مرد باخدا کی شمشیر سنیت کو کند نہیں کر سکی ان کے دولت کدہ پر محفل میلاد کا انعقاد ہوتا رہتا ہے جس میں صلوٰۃ و سلام بھی پڑھا جاتا ہے مدینہ طیبہ میں ہزار سنی صحیح العقیدہ لوگوں کے آپ مطمح نظر ہیں وہاں کے خاص و عام سنی حضرات ان کی طرف استفتوں میں رجوع کرتے ہیں، ان مذکورہ بالا حالات نے مجھ پر گہرا اثر ڈالا-

ہم نے سوال کیا سب سے پہلے حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے کب متعارف ہوئے اور ان سے شرف نیاز کب حاصل ہوا؟ آپ اعلیٰ

حضرت کی تصانیف کے مطالعہ سے کس حد تک متاثر ہوئے؟

جواباً ارشاد ہوا: میں اپنے زمانہ طالب علمی کے ابتدائی ایام میں اساتذہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا اسم گرامی سنا کرتا تھا اور جب پہلی بار حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ساتھ طلب علم کے لیے بریلی شریف ۱۳۳۹ھ میں گیا تو اعلیٰ حضرت کا دیدار میں نے اپنی ظاہری آنکھوں سے کیا، حضور رمضان شریف میں نینی تال تشریف لے گئے تھے وہاں سے واپسی کے بعد کمزوری اور جسمانی اضمحلال بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا، آپ ظہر کے وقت لوگوں کی مدد سے مسجد تشریف لایا کرتے تھے اور مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد مکان تشریف لے جاتے تھے- اس دوران بہت سے ارباب علم اور حاجت مند حضرات ان کے گرد بیٹھ کر مسائل دریافت کیا کرتے تھے اور میں بھی وہیں بیٹھ کر گفتگو سنا کرتا تھا، صغر سنی اور ابتدائی درجہ کا طالب علم ہونے کی وجہ سے مجھے کبھی بھی سوال پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی، ۱۳۴۰ھ ماہ صفر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، میں اس وقت بریلی شریف ہی میں زیر تعلیم تھا-

اعلیٰ حضرت کی مصنفات علم وفضل کا بحر بیکراں ہیں، جس فن پر اور علم کے جس موضوع پر قلم اٹھایا معلومات اور تحقیق کے دریا بہا دیے ہیں، میں نے خصوصیت کے ساتھ علوم دینیہ اور عقائد کے سلسلہ میں تحقیق علم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تصانیف سے ہی حاصل کیا ہے، فتاویٰ رضویہ سے میں کافی متاثر ہوں-

ہم نے اگلا سوال مشرقی یوپی کی عظیم روحانی شخصیت شعیب الاولیاء حضرت صوفی شاہ محمد یار علی صاحب علیہ الرحمہ کے بارے میں کیا کہ براؤں شریف میں رہ کر حضرت شعیب الاولیاء کی سیرت وشخصیت کا مطالعہ کرنے کا حضرت شیخ العلما کو کافی موقع ملا تھا-

حضرت نے ارشاد فرمایا: میں ان سے کافی متاثر ہوں- آپ کو شریعت وطریقت کا پابند پایا آپ کا قول آپ کے عمل کے موافق تھا، ان کے ہاں تصوف میں کوئی ایسی منزل نہیں جو شریعت ظاہرہ سے متصادم ہو، آپ دینی امور کی تعلیم وتعلم کو مقدم سمجھتے تھے- اسی خیال کے پیش نظر آپ نے دار العلوم فیض الرسول قائم کیا، آپ وسیع النظر، فراخ دل، غیر متعصب انسان تھے، ان کی یہ کوشش نہیں رہی کہ اس دار العلوم میں وہی علما مدرس ہوں جو یار علوی ہوں، اس ادارہ میں رضوی، اشرفی، نعیمی، امجدی، مختلف روحانی خانوادے کے مدرسین ہیں اور سب کے ساتھ آپ کا حسن سلوک برابر رہا، علمائے دین کا احترام بیش از بیش کرتے تھے- ان کا تقویٰ، ان کی روحانیت، ان کی کرامت کی ایسی شہرت ہوئی کہ مسلم غیر مسلم امیر وغریب بکثرت اپنی اپنی حاجت برآری کے مقصد سے یہاں حاضری دینے لگے-

آپ کے ساتھ اہل ہنود کے حسن عقیدت کا یہ عالم رہا کہ جب انہیں معلوم ہوا کہ مدرسہ، مسجد اور خانقاہ کی تعمیر کے لیے آپ کو زمین کی ضرورت ہے اور اگر زمین نہ مل سکی تو براؤں شریف سے منتقل ہو کر کہیں دوسری جگہ آباد ہو جائیں گے جہاں یہ تینوں عمارتیں تعمیر کرا سکیں تو بابو مہنت سنگھ (ساکن جملا جوت) اور بابو بچو سنگھ (ساکن گوہرقی) نے اپنی مشترکہ زمین کا ایک بہت بڑا پلاٹ براؤں شریف کی آبادی سے متصل آپ کی خدمت میں مفت بطور نذرانہ کے پیش کر دیا (کیوں کہ یہ دونوں صاحبان اپنی اپنی مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کر کے فائز المرام ہو چکے تھے اس لیے ان لوگوں کو آپ کی جدائی گوارہ نہیں ہو سکی چنانچہ آپ اس قطعہ زمین پر دار العلوم فیض الرسول اور مسجد اور خانقاہ کی تعمیر کرائی - براؤں شریف کی حاضری سے پیشتر جب میں متقدمین اولیائے کرام میں سے کسی ولی کی سوانح عمری کا مطالعہ کرتا اور ان کی کسی کرامت کو پڑھتا تو دل میں تمنا پیدا ہوتی کہ کاش میں اس زمانہ میں کسی ایسے ہی صاحب کرامت بزرگ سے شرف حاصل کرتا، الحمد لوجہ الکریم کہ براؤں شریف آنے کے بعد اور آپ کی کرامت دیکھنے اور سننے کے بعد یہ تمنا پوری ہو گئی-

بعض بعض سن ایاس میں پہنچے ہوئے اولاد سے محروم مرد وزن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی دعا کی برکت سے صاحب اولاد ہو گئے، شہرت گڑھ کے راجہ صاحب نے آپ کی طرف رجوع کیا تو آپ نے اولاد نرینہ کی اسے بشارت دی (حالانکہ یہ پیشین گوئی لکھنؤ میڈیکل کالج کے ڈاکٹروں کے فیصلے کے خلاف تھی نیز آپ کی یہ پیشین گوئی سادھوں اور جوگیوں کی پیشین گوئی کے خلاف بھی تھی) الحمد اللہ کہ آپ کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی اور راجہ صاحب نے آپ کو دوبارہ بلایا اور ایک فارم بطور نذرانہ کے آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہا مگر آپ نے قبول نہیں کیا-

بانسی کے راجہ صاحب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فائز المرام ہوئے آپ کے کشف وکرامات کے واقعات ایک نہیں بلکہ

صد ہا ہیں، اس کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہوگا، میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

ہم نے سوال کیا آپ کے برادر عزیز مولانا یزدانی صاحب مرحوم کی علمی استعداد کیسی تھی؟ ان کے کارنامے کیا ہیں؟

شیخ العلما نے ارشاد فرمایا: آپ کے سوال کا جواب مفصل چاہتا ہوں، میں عرصہ سے اس فکر میں ہوں کہ آپ کے حالات زندگی قلم بند کروں، مگر کثرت کار نے اب تک مہلت نہیں دی، اس وقت مختصراً چند باتیں عرض کرتا ہوں:

(الف) آپ معیاری عالم اور قابل مدرس تھے، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مولوی غلام یزدانی علیہ الرحمہ کا شمار اجمیر شریف کے ممتاز طلبہ میں تھا۔

(ب) حضرت مفتی اعظم صاحب قبلہ نے ان کے انتقال کے بعد فرمایا: مولوی غلام یزدانی علیہ الرحمہ انتقال کر گئے اب ہم کو ایسا قابل مدرس ملنا مشکل ہے میں نے ان کے لکھے ہوئے فتویٰ دیکھے تو معلوم ہوا کہ انہیں فتویٰ نویسی میں کمال حاصل تھا، سبحان اللہ کیا شان افتا تھی۔

(ج) ہندوستان اور پاکستان کا جب بٹوارہ ہوا اور مولانا سردار احمد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ پاکستان میں رہنے پر مجبور ہو گئے تو مفتی اعظم صاحب قبلہ نے فرمایا کہ: اپنی جگہ کسی کو منتخب کر کے جایئے اس پر مولانا سردار احمد صاحب نے فرمایا: مولوی غلام یزدانی میری جگہ کامیابی کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دے سکتے ہیں، بلا تامل ان کو بلا لیجیے۔

نوٹ: اس زمانہ میں مدرسہ مظہر اسلام میں ایسے قابل قابل طلبہ موجود تھے جن کو پڑھانا آسان کام نہیں تھا۔ چنانچہ برادر عزیز مولوی غلام یزدانی علیہ الرحمہ دار العلوم مظہر اسلام پہنچے اور طلبہ نے ان کو سراہنا شروع کیا تو مفتی اعظم نے مولانا سردار احمد صاحب کو بذریعہ خط اطلاع بھیجی کہ مولوی غلام یزدانی صاحب نے دار العلوم مظہر اسلام میں کام شروع کر دیا، آپ کا انتخاب درست ثابت ہوا، طلبہ ان کے حسن تدریس سے مطمئن ہیں، اس دار العلوم کو نعم البدل مل گیا۔

(د) دار العلوم شمس العلوم گھوسی ضلع اعظم گڑھ کی تعمیر و ترقی میں انہوں نے بڑو دستی کی یہ کہنا بجا ہوگا کہ وہ اس دار العلوم کے بانی ہیں، ان کی یہ خدمت نفسانی اغراض سے پاک و صاف تھی، انہوں نے یہ ادارہ قائم کر کے قوم کے ہاتھ میں دے دیا اس پر اپنا تسلط باقی نہیں رکھا۔

عزیز موصوف اور ان کی حسن کارکردگی کا تذکرہ میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں، پھر اگر موقع ملا تو مزید معلومات فراہم کروں گا۔

حضرت شیخ العلما کی زندگی عرصہ دراز سے خلوت خانہ اور گوشہ عبادت میں گزر رہی ہے، تدریسی اوقات کے علاوہ تمام تر وقت اوراد و وظائف اور تسبیح و تہلیل میں گزرتا ہے، میلان طبع تصوف کی طرف بیش از بیش ہے، ہم نے حضرت کی زندگی کے اس پہلو سے متعلق بھی بیک وقت کئی سوال کر ڈالے کہ آپ کا میلان طبع تصوف کی طرف کب ہوا؟ آپ کو کس مرشد کامل سے بیعت و خلافت حاصل ہوئی؟ آپ کے خلفا کون ہیں؟ حضرت نے ان سوالوں کے جوابات مختصراً بیان فرمائے:

بریلی شریف کے دوران قیام میں ۱۳۷۹ھ میں مجھ پر کیف کا عالم طاری ہوا اور میں مسلسل چھ سال باوضو رہا اور فرائض کے ساتھ تہجد کا بھی پابند رہا، مجھے حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن مارہروی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہے، مجھے حضرت تاج العلما صاحب آستانہ قادریہ برکاتیہ سے اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ اور تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ اور عزیز الاولیا صاحب رام پوری سے اجازت و خلافت حاصل ہوئی، حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ (کچھوچھہ مقدسہ) سے بھی فیوض و برکات حاصل ہیں۔ میرے خلیفہ اول مولانا نعیم الدین صدیقی (شیخ الحدیث مدرسہ تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع بستی) ہیں اور خلیفۂ ثانی مولوی سید نظام الدین صاحب (سیتاپوری) مدرس مدرسہ ارشاد العلوم موضع شہ مسا ضلع بہرائچ ہیں۔ ☐☐☐

ڈاکٹر خواجہ اکرام کو اردو نیٹ جاپان کی جانب سے ایوارڈ

جاپان کا آن لائن اردو اخبار جو تقریباً پچاس ملکوں میں پڑھا جاتا ہے اور جاپان میں مقیم ہندوستانیوں، پاکستانیوں اور اردو بولنے والی کمیونٹی کے لیے ادبی، تہذیبی اور ثقافتی پرگرام منعقد کراتا رہتا ہے اور ہر سال اردو نیٹ جاپان کی سالگرہ پر شاندار تقریب کا اہتمام بھی کرتا ہے۔ اس موقعے سے سال کے بہترین کالم نگار کو جیوری کے فیصلے پر ایوارڈ سے بھی نوازا جاتا ہے۔ ۲۰۱۰ کے لیے ڈاکٹر خواجہ اکرام کو اس ایوارڈ کے لیے منتخب کیا گیا ہے جو ۲۸ مئی کو جاپان کے شہر ٹوکیو میں منعقد ہونے والی تقریب میں دیا جائے گا۔ جام نور کی پوری ٹیم اس ایوارڈ کے لیے ڈاکٹر خواجہ اکرام کو مبارک باد پیش کرتی ہے۔